تعلق باللہ اور ذکر الٰہی کی تاکید

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸؍نومبر ۱۹۸۰ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اسلام میں دو قسم کی عبادات ہیں۔ ایک فرض ہے جیسے پانچ وقت روزانہ مسجد میں اگر کوئی عذر مانع نہ ہو نماز ادا کرنا، روزے رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا یہ ارکان ہیں ضروری فرائض۔ بعض اس کے مقابلے میں فرائض کے نوافل ہیں۔ نوافل آگے دو قسم کے ہیں۔ ایک نوافل ہیں جن کا تعلق فرائض کے ساتھ ہے مثلاً فرض نماز کے علاوہ ہم سنّتیں اور دوسرے نوافل ادا کرتے ہیں۔ فرضی روزے جو رمضان میں ہیں اُن کے علاوہ ہم نفلی روزے رکھتے ہیں۔ فرضی حج کے علاوہ ہم عمرہ کرتے ہیں۔ فرضی زکوٰۃ کے علاوہ ہم صدقات دیتے ہیں۔ ایک تو یہ نوافل ہیں ان میں بہت سے فوائد ہیں۔ ایک فائدہ ہمیں یہ دیتے ہیں کہ جو خامی رہ جائے انسان کی فرضی عبادت میں اس کو یہ پورا کرتے ہیں۔ ایک معنی میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر کے ان خامیوں کو دور کرنے کی توفیق انسان کو عطا کر دیتے ہیں لیکن ایک نفلی عبادت بھی ہے اور ضروری بھی ہے اور وہ بنیاد بنتی ہے تمام عبادات کی خواہ وہ عبادات فرائض میں سے ہوں یا نوافل میں سے ہوں اور اسلام نے اُسے ذکر کے نام سے یاد کیا ہے۔ ذکر باری، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور چوبیس گھنٹے کا جو دن ہے اس دن میں کسی وقت کے ساتھ اس کا تعلق نہیں، سال میں کسی مہینے کے ساتھ اس کا تعلق نہیں، عمر بھر میں کسی ایک موقع کے ساتھ نہیں کہ فرض انسان پر ساری عمر میں

ایک دفعہ آیا ہے۔ حج جو ہے ساری عمر میں انسان پر ایک دفعہ ہوتا ہے۔ مال کے ساتھ یعنی جو زکوٰۃ کے لئے شرائط ہیں وہ جب پوری ہو جائیں تو اس وقت زکوۃ نکالنی پڑتی ہے اس قسم کے نہیں ہیں بلکہ فرمایا کہ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (اٰلِ عمران:۱۹۲) کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے، ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیئے۔

ذکر معنےٰ واضح بھی ہیں اور مفردات راغب نے بھی اس پہ روشنی ڈالی ہے۔ الرّاغب کی کتاب ہے ''مفردات راغب'' قرآن کریم کے معانی پر۔ یہ بڑے بزرگ عالم بھی ہیں صرف لغت کے لکھنے والے نہیں۔ انہوں نے مختلف اس کے پہلوؤں پر، ذکر کے پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ میں نے ان میں سے اٹھائے ہیں پوائنٹس (Points)۔ وہ لکھتے ہیں کہ ذکر حقیقتاً انسانی نفس کی ایک کیفیت ہے اور یہ ایسی کیفیت ہے جس میں نفس انسانی اللہ تعالیٰ کی معرفت کی باتیں یاد رکھتا ہے، دل سے اور زبان سے ان کا اظہار کرتا ہے۔ استحضار ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات، اللہ تعالیٰ کی جو عظمتیں جو ہیں اپنی ذات کے لحاظ سے اور اپنی صفات کے لحاظ سے وہ انسانی دل و دماغ میں، انسان کے قلب میں حاضر رہتی ہیں۔ انسان سوچتا ہے ہر وقت اور یہ ذکر جو ہے یہ مستقل ہر آن کا ایک تعلق ہے جو بندے کا اپنے رب کے ساتھ ہے اور اس کی مثال میں انہوں نے کہا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرۃ:۲۰۱) اسی طرح وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت:۴۶) اس کے معنی انہوں نے بڑے ایک لطیف کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ اس کے یہ معنی ہیں کہ ذِكْرُ اللّٰهِ لِعَبْدِهٖ اَكْبَرُ مِنْ ذِكْرِ الْعَبْدِ لَهٗ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندے کو جس قدر یاد رکھتا ہے بندہ اتنا نہیں اسے یاد رکھتا اور یہ بدقسمتی ہے۔ اتنا رحم کرنے والا خدا اور ہم اس کو بھول جائیں ہمیشہ کے لئے بعض بھول جاتے ہیں یا عارضی طور پر بھول جائیں تو بڑی بدبختی ہے۔ ہر آن اور ہر وقت اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں یاد رکھا ہے اس کا اظہار پتا کیسے کیا؟ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ:۱۴) ابھی انسان نے اپنے رب کے حضور کچھ پیش بھی نہیں کیا۔ پیدا بھی نہیں ہوا انسان لیکن خدا تعالیٰ نے ہر دو کائنات کی ہر شے میں یہ خاصیت رکھی کہ

انسان اس سے خدمت لے سکے۔ تو ہر چیز پیدا کرتے وقت انسان کو یاد رکھا نا۔ انسان تو اتنا ذکر ویسے کر بھی نہیں سکتا، ناممکنات میں سے ہے۔ اس لئے کہ جو خدا تعالیٰ نے اتنے خادم پیدا کئے ہمارے ان میں سے اکثریت ایسے خادموں کی ہے جن کا علم بھی ابھی تک ہمیں نہیں ہوا۔ ہوتا رہتا ہے۔ ہر نسل نئے خادموں کا وجود ڈسکور (Discover) کرتی ہے، معلوم کرتی ہے اور ہمارے سامنے رکھتی ہے۔ ایک وقت میں مثلاً سواری ہے گھوڑے کی سواری، سواری گاڑی، گھوڑوں کی اور اس قسم کے دوسرے جانور مثلاً بیل سے بھی انسان نے سواری کا کام لیا، گدھوں سے بھی لیا، سمندر میں چپّو سے کشتی بھی چلائی، بادیوں سے بھی چلائی پھر ایک وقت آیا کہ سٹیم انجن بن گئے اور ریل بن گئی اور جہاز بن گئے جن میں شاید کوئلہ جلتا تھا۔ اس وقت جو چھوٹے بچے دس پندرہ سال کے ہیں ان میں سے بہت سارے ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے کبھی سٹیم انجن نہیں دیکھا ہوگا کیونکہ آج کل دوسرے انجن آ گئے ہیں بہر حال پھر ایک وقت میں انسان نے ایک اور خادم معلوم کر لیا سٹیم انجن کا، پھر ڈیزل انجن آ گئے، پھر بجلی سے چلنے لگ گئیں۔ پہلے بجلی کو کوئی جانتا ہی نہیں تھا سوائے اس بجلی کو جو آسمانوں سے گرتی تھی اور خدا تعالیٰ کے غضب کو کسی کے اوپر ظاہر کر دیتی تھی۔ عمارتیں گرا دیتی تھیں جانیں لے لیتی تھیں وہ بجلیاں لیکن ان سے خدا تعالیٰ انسان کی خدمت ہی کر رہا تھا نا، خدا اس کو جھنجوڑ رہا تھا کہ میری طرف کیوں توجہ نہیں کرتا تُو، پھر انسان نے معلوم کیا پتا نہیں بے شمار اور چیزیں انسان ایجاد کرتا چلا جائے گا۔ اس حد تک تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اے خدا ہم مجبور ہیں کہ تیری ان عظمتوں کو بھی اپنے ذہن میں حاضر کریں اور رکھیں کہ جو تیری عظمتیں ہمارے سامنے ہی نہیں آئیں لیکن ہمارا یہ عذر تو نہیں ہوسکتا کہ جو عظمتیں ہمارے سامنے آ گئیں ان کو ہم بھول جائیں اور کہیں کہ غلطی ہوگئی۔ اس واسطے میں نے کہا کہ ساری عبادات کی بنیاد ذکر الٰہی ہے۔ اس کی ذات کو پہچاننا، ذکر کے معنی یہ ہیں کہ معرفت ذات باری اور صفات باری۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی عظمتوں والی ہے۔ بڑا اجلال ہے بڑا احسن ہے اس میں اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۶) ہر کائنات میں، کائنات میں ہر شے میں اگر کہیں انسانی آنکھ یا کوئی اور آنکھ حُسن دیکھتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے حسن کا ایک پَر تو اور جلوہ ہے۔ کوئی

چیز ایسی نہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھے بغیر وہ ہو جو ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات ہیں مثلاً ایک صفت میں لے لیتا ہوں۔ ہر صفت کو تو لے کے نہیں بیان کیا جا سکتا، ساری عمر نہیں بیان کیا جا سکتا۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اس کے اَلْحَیُّ اور اَلْقَیُّوْمُ ہونے میں۔ خدا تعالیٰ اَلْحَیّ زندہ ہے بغیر کسی احتیاج کے یعنی اپنے کمال کی جو حیات ہے اس کی، اللہ تعالیٰ کی جو زندگی اور حیات ہے وہ اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور اس کے لئے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور وہ قائم ہے اپنی ذات میں اور جو اس کا قائم ہونا ہے وہ بھی اپنے کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ ساری صفات اسی طرح اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات میں اپنے کمال تک پہنچا ہوا ہے۔ ایک ایسا کامل جس کا کمال اپنے کمال کو پہنچا ہوا ہے جو انسان کی عقل اور انسان کی ذہانت اور انسان کی دسترس سے اتنا بالا اور ارفع ہے کہ اس کی جھلک تو ہم دیکھ سکتے ہیں جب وہ چاہے اور جب تک وہ چاہے لیکن اس کا احاطہ کرنا یہ انسان کا کام نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیا کی صفات اور خصلتیں جو ہیں اس کے اندر ان کی ان خصلتوں اور صفات کے احاطہ کا دعویٰ کرنا یہ بھی دعویٰ خدائی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے دست قدرت سے جو چیز نکلی اس کے اندر غیر محدود صفات پائی جاتی ہیں اور آپ نے مثال دی ہے خشخش کے دانے کی کہ اس کے اندر اس قدر صفات ہیں کہ جب تک انسان اس آدم کا، اس کی اولاد یا آگے آنے والے آدم جو ہیں ان کی نسلیں نئی سے نئی تحقیق خشخش کے دانوں پر کرتی چلی جائیں گی، نئی سے نئی چیزیں اس میں سے نکلتی چلی جائیں گی اور صفات دانہ خشخش کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ یہ حقیقت ہے بہت ساری مثالیں کبھی میں دیتا ہوں۔ ایک نسل نے کیا، سمجھا، سب کچھ پالیا۔ اگلی نسل نے کہا نہیں پایا تم نے دیکھو نئی چیزیں ہیں اس کے اندر۔

بہرحال میں بتا رہا تھا اَلْحَیُّ اور اَلْقَیُّوْمُ دنیا کی ہر شے زندہ ہے یعنی جو اس کے اندر صفات ہیں وہ موجود ہیں۔ زندگیاں مختلف قسم کی ہیں۔ ایک تو انسان کی زندگی ہے پھر حیوان کی زندگی ہے پھر درختوں کی زندگی ہے پھر معدنیات کی اپنی ایک زندگی ہے۔ اُس کے اندر بھی ارتقا کا ایک دور ہے جو چلتا ہے مثلاً یہ جو بڑے قیمتی ہیرے، ابھی چند دن ہوئے ایک ایسے ہیرے

کے متعلق خبر تھی کہ وہ ساٹھ لاکھ ڈالر کا بکا تو جس کا مطلب ہے چھ کروڑ روپے کا لیکن خدا ایک دن میں بھی وہ پیدا کرسکتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی صفت خلق میں تدریج کا اصول جاری کیا ہے۔ زمین کے اندر مٹی کے ذرے عام مٹی کے ذرّے ہزار ہا لکھو کھہا سال کے بعد پتا نہیں کون سے اصول ہیں نہیں پتا ابھی تک انسان کو مگر بہرحال خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے وہ اصول ہیں وہ ہیرا بن جاتا ہے کوئی لعل بن جاتا ہے کوئی زمرّد بن جاتا ہے کوئی مینڈک بن جاتا ہے کوئی چھپکلی بن جاتے ہیں ذرّے کوئی انسان بن جاتا ہے اور انسان سے فرعون بن جاتا ہے۔ بیوقوف انسان تُو اپنی حیثیت کو پہچان۔

جہاں تک احتیاج کا سوال ہے ایک انسان کی زندگی اور اس کے قائم رہنے یعنی اس کو جو صفات خدا تعالیٰ نے دی ہیں عقل دی ہے، فراست دی ہے، آگے بڑھنے کا ایک جذبہ دیا ہے۔ تحقیق کا ایک جوش دیا ہے اور آگے وہ بڑھ رہا ہے دنیا کے ہر میدان میں۔ جہاں تک احتیاج کا سوال ہے انسان بھی خدا کا محتاج ہے اور ایک سانپ بھی خدا کا محتاج اور چھپکلی اور چھچھوندر بھی خدا کی محتاج اور ایک مینڈک بھی اسی طرح خدا کا محتاج ہے۔ تو جہاں تک احتیاج کا سوال ہے تم میں اور ایک گدھے میں یا ایک چھپکلی میں، ایک چھچھوندر میں یا ایک سانپ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اپنا مقام انسان کو پہچاننا چاہیئے اور خدا تعالیٰ کی عظمتیں ہر وقت سامنے رکھنی چاہئیں یعنی وہ حاضر رہیں دل و دماغ میں۔ اُس کو عربی میں قلب کہتے ہیں۔ وہ یہی ہے کہ انسان کی جو کانشس مائنڈ (Consicous mind) ہے کانشس مائنڈ، بھولتا نہیں۔ اس کے اندر ہر وقت خدا تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے اس کی ذات کی بھی اور اس کی صفات کی بھی، اس کو ذکر کہتے ہیں اور ذکر کے معنی میں یہ ہے کہ جو عظمت انسان اپنے دل و دماغ میں ہے اس کا ذکر بھی کرے، تسبیح کرے، اس کی تحمید کرے، اپنی جو کمزوریاں ہیں اس کا اظہار کرے، اس سے مانگے کہ جب تک وہ نہ دے مل نہیں سکتا۔ دعا کا ایک سلسلہ انسان کے لئے جاری کیا اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن:۶۱) اتنی بڑی بشارت اور وعدہ کرلیا انسان سے۔ ابھی پیچھے جیسے ایک احمدی نہیں وہ بڑے ذہین، منجھے ہوئے، بڑی عمر کے ایک دوست ملے تو میں نے بتایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ فضل کر رہا ہے جماعت کے نوجوانوں پہ، بڑے ذہین ہمیں عطا کر رہا ہے۔ تو سُن کے

کچھ حیران ہوئے مجھے کہنے لگے یہ سارا کچھ آپ سے کیوں یعنی اللہ تعالیٰ کا معاملہ آپ سے ہی کیوں ہے۔ میں نے کہا ہم مانگتے ہیں ہمیں مل جاتا ہے تم نہیں مانگتے تمہیں نہیں ملتا اور تو کوئی فرق نہیں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یہاں یہ تو نہیں کہا کہ روٹی مانگو جو تورات نے کہہ دیا تھا تو میں تمہیں روٹی دے دوں گا۔ کہا ہر چیز مانگو اور اس پر ایمفیسز (Emphasis) اس کو نمایاں کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ’تیرے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے خدا سے مانگ‘۔ بڑا عظیم ہے یہ وعظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لئے کہ زندگی میں میرا یہ مشاہدہ ہے کہ ایک شخص گھر سے نکلا کام کے لئے اور جس جگہ دکان پر اس نے پہنچنا تھا اس سے پہلے پہلے، سائیکل پہ جا رہا تھا اور ہارٹ فیل ہوا اور وہاں گر گیا۔ وہ پہنچ ہی نہیں سکا وہاں۔ تو کسی کا یہ سمجھنا کہ میں اپنے زور بازو سے دکان پر جا کر اپنے پیسے دے کے جوتے کا تسمہ لے لوں گا حماقت ہے۔ تم پہنچو گے تو تسمہ لو گے۔ تم واپس زندہ آ جاؤ گے تو تسمے کو استعمال کر سکتے ہو۔ زندگی اور موت تو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس واسطے فرمایا جوتے کا تسمہ بھی خدا سے مانگ۔

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ عظمت خدا کی یہ ہے، خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کی جو بڑائی ہے اور بزرگی ہے وہ میں بتا رہا ہوں اس وقت آپ کو کہ اس کائنات کی کوئی چیز نہ زندہ رہ سکتی ہے نہ قائم رہ سکتی ہے جب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ جو زندہ خدا ہے ایک زندہ تعلق اس کا نہ ہو۔ انسان کے ساتھ ایک اور رنگ کا اس کا تعلق ہے اس میں انسان کو کہا تو کوشش کر۔ اور دوسری چیزوں کے ساتھ اور رنگ کا تعلق ہے کیونکہ ان کے متعلق ہمیں قرآن کریم میں بتایا گیا کہ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم:۷) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یہ فقرہ جو ہے یہ تو فرشتوں کے متعلق ہے لیکن کائنات کی ہر شے سوائے انسان کے جو ایک محدود دائرہ میں آزاد بنایا گیا اور خدا کے مقابلہ میں بیوقوفی کر کے کبھی کھڑا بھی ہو جاتا ہے، ہر شے يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ کے اندر ہے۔ جو حکم خدا دیتا ہے اس کے مطابق وہ کرتی ہے۔ کبھی پتھروں نے بغیر پَر کے ہوا میں پرندے کی طرح اڑنے کی خواہش نہیں کی وہ اپنی جگہ پڑے ہوئے ہیں۔ پرندے اپنا کر رہے ہیں۔ ساری دنیا کا سوچو ذرا ساری دنیا کا سوچا کرو۔

تو ذکر جو ہے وہ ساری عبادات کی بنیاد ہے اور کوئی قید نہیں کہ جسم کو اس طرح کھڑا کرو۔ نیت باندھ لیتے ہیں نا ہم، قید ہے ایک نماز کی۔ آپ جو فرض نماز یا اسی قسم کے نوافل یا سنّتیں ہیں وہ یہ نہیں کر سکتے کہ جی ہم لیٹے لیٹے پڑھ لیں گے نہیں، کرنا پڑے گا وہ لیکن ذکر جو ہے کوئی شرط نہیں ہے، کوئی قید نہیں ہے۔ صرف قید یہ ہے کہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ میری یاد میں گزارو اور میری ہر نعمت مجھ سے پالو۔ بڑا عظیم وعدہ ہے لیکن کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا، کچھ محنت کرنی پڑتی ہے، کچھ عادت ڈالنی پڑتی ہے، کچھ سوچنا پڑتا ہے، خدا کی عظمتوں کا سامنے خیال لانا پڑتا ہے۔ انسانی تاریخ میں وہ عظمتیں آئیں۔ ہمارے آقا اور محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک یتیم، غریب، مسکین بچّہ خدا نے کہا تھا کہ میں نے تجھے ہر دو جہاں کا بادشاہ بنا دیا۔ بنا دیا، کون سی طاقت تھی آپ کے پیچھے؟ کوئی مادی طاقت تو نہیں کوئی جتھہ نہیں تھا کوئی سیاسی طاقت نہیں تھی۔ خدا کا وعدہ تھا اور اس وعدے پر محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ذرّہ ذرّہ قربان تھا اور اپنی عظمتیں پالینے کے بعد اپنے خدا سے اعلان یہی کیا کہ جنّت میں اپنے عمل سے نہیں جاؤں گا خدا کے فضل اور اس کی رحمت سے جاؤں گا۔ ہمیں بڑا سبق دیا یعنی آپ کے لئے یہ خطرہ تو نہیں تھا کہ کوئی ایسا عمل کر دیں کہ خدا ناراض ہوجائے۔ یہ تو ویسے انسانی عقل کے لئے ممکن چیز نظر نہیں آتی لیکن خدا کی عظمتیں اپنی جگہ پر قائم تھیں۔ اپنے ان عظمتوں والے ربّ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار اپنی جگہ پر قائم تھا۔ عبودیت کی، عبد ہونے کی نسبت اپنی جگہ پر قائم ہر چیز کو اپنی جگہ پہ رکھا۔ غلطی کہیں نہیں کی آپ نے اپنی زندگی میں۔ ہمارے لئے تبھی اسوہ بن گئے نا ہم میں سے ہر ایک کے لئے۔

قرآن کریم نے بتایا ہے بڑی اہم چیز ایک بتائی۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ انسان کو اپنی ترقیات کے لئے یا اپنے تنزل کے لئے دو جگہ بہر حال تعلق پیدا کرنا پڑے گا۔ ذکرِ الٰہی سے خدا سے تعلق پیدا کرلے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ وَاِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ (الزخرف: ۳۷، ۳۸) اور جو رحمٰن خدا کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے، ایک تو وہ ہے جو منہ نہیں موڑتا اور ہر وقت یادِ باری میں لگا رہتا ہے ایک یہ تعلق بتایا۔ دوسرا تعلق اگر یہ نہیں تو

دوسرا ایک ہی تعلّق ہے بیچ میں اور کوئی نہیں ہے یعنی یا خدا سے تعلق ہو گا یا شیطان سے وَ مَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِکۡرِ الرَّحۡمٰنِ اگر خدا سے تعلق نہیں کوئی پیدا کرتا تو خدا تعالیٰ شیطان سے اس کا تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ جو رحمٰن خدا کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ہر وقت کا ساتھی ہوتا ہے۔ تمہیں کہا گیا ہے کہ خدا کو اپنا ہر وقت کا ساتھی بناؤ۔ ہر وقت ذکر باری میں لگے رہو۔ اگر نہیں کرو گے ایسا تو جیسا کہ میں نے پہلے اشارہ کیا تھا کہ اتنا عظیم خدا، اتنا ہمیں یاد رکھنے والا خدا کہ کائنات کی ہر شے میں یہ صفت پیدا کی کہ ہماری خدمت وہ کر سکے اور انسان کو یہ طاقت عطا کی کہ وہ اس سے خدمت لے سکے۔ یہاں اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کیونکہ رحمٰن کی صفت یہ بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ افضال اور نعماء اور برکتیں اور رحمتیں جو انسان کے کسی عمل صالح کے نتیجہ میں نہیں بلکہ محض محض خدا تعالیٰ کے فیض کے نتیجہ میں انسان کو ملتی ہیں۔ تو بتایا کہ جو رحمٰن خدا کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں اور وہ ہر وقت اس کا ساتھی ہوتا ہے اور یہ جو ہر ایک کے ساتھ شیطان ہے تو بہت سے شیاطین بن گئے جو ان لوگوں کو جن کے وہ ساتھی ہوتے ہیں اس سچے راہ سے، اس صراط مستقیم سے روکتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے پیار کی طرف لے جانے والی ہے اور ان کو روکے رکھتے ہیں اور یہ لوگ ایسے ہیں جو شیطان کے دھوکہ میں آ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ سچے راستہ پر چل رہے ہیں اور خدا انہیں مل جائے گا یعنی بڑی بدبختی ہے ایک شخص غلطی کرتا ہے، غلطی کا احساس اسے پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ استغفار کرتا ہے، واپس لوٹتا ہے اپنے رب کی طرف اور ذکر شروع کر دیتا ہے تو بڑا خوش قسمت ہے وہ انسان۔ لیکن ایک وہ ہے کہ جو رحمٰن خدا سے کلیتًا رشتہ چھوڑ دیتا ہے، ذکر الٰہی نہیں کرتا۔ خدا کہتا ہے اگر میرا ذکر نہیں کرو گے تو شیطان تم پر مسلّط کر دوں گا اور پھر ایسا مسلّط کروں گا کہ تمہیں پوری طرح وہ اپنی گرفت میں لے گا اور غلط راہوں پر تم چل رہے ہو گے اور سمجھو گے کہ ہم خدا تعالیٰ کو خوش کر رہے ہیں۔ مثلاً منافقین کے متعلق بھی قرآن کریم کے شروع میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب ان کو کہا جائے کہ جو صلاح کے رستے ہیں، جو معاشرے کو درست کرنے کی باتیں ہیں ان کو اختیار کرو، فساد نہ کرو۔ کہتے ہیں ہم فساد تو نہیں کرتے ہم تو مُصلح ہیں۔ خدا کہتا ہے نہیں تم مصلح نہیں ہو تم مفسد ہو۔ اسی طرح خدا کہتا

ہے دیکھو ہر آدمی بڑا بھی چھوٹا بھی مختلف قابلیتیں ہیں وہ اپنی اپنی ہمت اور طاقت اور استعداد کے مطابق ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اُس قسم کا ایمان لاؤ۔ وہ کہتے ہیں ہم بیوقوف لوگ ہیں جو اس قسم کا ایمان لے آئیں۔ تکبر آ گیا نا۔ ایک اور جگہ ذکر الٰہی سے جو خود کو محروم کر دیتا ہے یعنی خدا تعالیٰ سے دور چلا جاتا ہے اس کے متعلق خود قرآن کریم نے کہا ہے کہ وہ تکبر کی لعنت میں ملوّث ہو جاتا ہے اور مارا جاتا ہے۔

یہ بڑی اہم چیز ہے جیسا کہ میں نے بتایا دو ہی جگہ انسان کی روح اپنا رشتہ قائم کر سکتی ہے یا اللہ سے ذکر الٰہی کر کے یا شیطان سے ذکر الٰہی کو چھوڑ کر۔ تو ہر وقت چوکس رہ کر خدا تعالیٰ کی یاد میں اس کی عظمتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی ذات کی معرفت، اس کی صفات کی معرفت زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک احمدی کو اپنی زندگی کے دن گزارنے چاہئیں۔ اس لئے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے دن اور رات، تم اپنا اٹھنا اور بیٹھنا، تم اپنا سونا اور جاگنا، آج کی دنیا کے لئے جو آدم کی نسل کی زندگی اب باقی رہ گئی ہے اگلا ہزار سال اس کے لئے ایک نمونہ بنو اور اسوہ بنو۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقش قدم پر چلنے والے ہو اور اپنے ربّ کریم ہر وقت اور ہر آن یاد رکھنے والے اور اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے والے اور خدا کے حضور سب کچھ پیش کر دینے والے بن جاؤ۔ خدا کرے کہ ہمیں اس کی اُسی کی طرف سے توفیق مل جائے۔ آمین

(از رجسٹر خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)